ابتدائیہ — محمد رحمت اللہ

علماء امت کی رحلت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث پاک میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم دین کو یونہی دنیا سے نہیں اٹھالے گا، کہ لوگوں کے دلوں سے علم کو باہر کر دیا جائے۔ بلکہ اس دنیا سے حقیقی علماء کو اٹھالینے کی صورت میں دین کا علم اٹھائے گا (متفق علیہ در مشکوۃ شریف کتاب العلم)۔ چنانچہ اس کا سلسلہ جاری ہے حال ہی میں ایک کے بعد ایک کر کے تین بڑے حضرات اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے یہ تینوں علماء بہت اونچی حیثیت کے مالک تھے۔ اول مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث وناظم حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ دوم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یاسین صاحب اور تیسرے جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندوربار مہاراشٹر کے بانی و مہتمم حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان تین شخصیات کے رخصت ہونے سے علمی دنیا میں خلاء پیدا ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

جو لوگ چلے جا رہے ہیں بہ ظاہر ان کے خلاء کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قیامت کی صبح تک اس دین کی حفاظت کی جائے گی اور

حفاظت کا یہ فریضہ اس نے اپنے ذمہ رکھا ہے۔ اس دارالاسباب دنیا میں اس کے لئے افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں، خوش نصیب ہے وہ لوگ جو اپنے آپ کو یا اپنی اولادوں کو اس علم دین کے لئے پیش کرتے ہیں بلکہ وقف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب کو مدظلہ العالی لکھا جاتا تھا اب رحمۃ اللہ علیہ لکھا جا رہا ہے یہ قانون الٰہی ہے کیونکہ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ کا فرمان خداوندی ایسا عمومی ہے کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ کیا ولی یا صحابی حتی کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سردار کے بارے میں وحی الٰہی گویا ہے وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَ مَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ۝ ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ بھلا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جو شکر گذار بندے ہیں اللہ ان کو ثواب دیگا۔ (توضیح القرآن)

اسی نظام خداوندی کے تحت لوگ دنیا میں آتے ہیں اپنی مدتِ معینہ مکمل کر کے اپنے وقت پر واپس چلے جاتے ہیں، مگر کچھ حضرات ایسے ہیں جن کے بارے میں کسی شاعر کے بقول زمانہ یعنی اس زمانے کے لوگ صدمہ محسوس کر کے

بہت ہی افسوس کرتے ہیں۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں جانے کے لئے

کیونکہ ایسے حضرات کی زندگی ایسی گزرتی ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کی رضا کے لئے اس کے بھیجے گئے اصولوں کے مطابق یہ زندگی گزارنے کی وجہ سے دنیا کے لئے نمونہ بن کر ان کے قلوب میں جگہ کر لیتے ہیں۔اور یہ قلوب کی محبت منجانب اللہ مخلوق کے دل میں القاء ہوتی ہے۔جس کی تفصیل احادیث مبارکہ میں اللہ پاک کے سچے اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے کہ خداوند قدوس ہی پہلے حضرت جبریل علیہ السلام کو پھران کے ذریعہ سے ملائکہ اوراس کے بعد مخلوق خدا کے دلوں میں یہ محبت پیوست کرتے ہیں۔اس محبت اور تعلق کی وجہ ان کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے وقت محبت اور تعلق والے دلوں میں کافی صدمہ محسوس کرتے ہیں۔فارسی کے مشہور اور معروف شاعر شیخ سعدی شیرازیؒ نے اس مضمون کو نہایت جامع اور حسین انداز میں اس شعر میں سمیٹا ہے:

یاد داری کہ وقت زادنِ تو ہمہ خنداں بوند و تو گریاں

تو چناں زیست کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

”کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری پیدائش یعنی دنیا میں آنے کے وقت سبھی لوگ (گھر والے، رشتہ دار، دوست و یار) خوش ہو رہے تھے اور تو رو رہا تھا، اب تم دنیا میں ایسی زندگی گزارو کہ تم دنیا سے جاتے وقت خوش وخرم روانہ ہو رہے ہوں اور گھر والے (تمہاری جدائیگی کو محسوس کرکے) رو رہے ہوں“

ایسی ہی ہستیوں میں سے ایک ممتاز شخصیت حضرت مولانا سید محمد عاقل

****

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔احقر کی سہارنپور حاضری ہوتی تو حضرت مولانا طلحہ صاحب، حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب اور حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنا یہ معمول تسلسل کے ساتھ قائم رہا۔حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے انتقال کے بعد اب وہاں حضرت مولانا سید سلمان صاحب اور حضرت مولانا عاقل صاحب اکابر میں سے موجود تھے انہی سے ملاقات نصیب ہوتی۔احقر کی حاضری بہت زیادہ نہیں ہوتی پھر بھی سال میں دو تین بار وہاں جانے کا موقعہ ملتا، حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب کے اسفار کی وجہ سے ان کی زیارت وملاقات کم ہی ہوتی تھی، لیکن کبھی کبھی ضرور ہوتی تھی، حالانکہ ان کی محبت بھی ان کے متعدد نسبتوں کی بنا پر بہت کافی تھی۔تاہم حضرت مولانا سید سلمان صاحب اور حضرت مولانا سید عاقل صاحب کی ملاقات ہو ہی جاتی تھی۔حضرت مولانا سید سلمان صاحب اور مولانا سید شاہد صاحب کے انتقال کے بعد اب اکابر میں سے وہاں پر صرف حضرت مولانا سید محمد عاقل ہی باقی رہ گئے تھے جن کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان سب حضرات کی جانشینی کو انہوں نے کما حقہ ادا کیا۔

وہ بیک وقت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور عظیم الشان علمی دانشگاہ کے شیخ الحدیث بھی تھے اور سب سے بڑے انتظامی عہدہ یعنی 'ناظم' کے منصب پر بھی فائز رہے۔ظاہری علوم کے حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ باطنی علوم میں شیخ وقت بھی تھے۔حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلفائے مجازین میں شمار ہوتے تھے۔اتنے عظیم منصبوں پر فائز ہونے کے باوصف

****

نہایت متواضع طبیعت کے مالک تھے۔اس وجہ سے بارعب ہونے کے باوجود وہ ہمیشہ مسکراتے ہی نظر آتے۔عالی مقام نصیب ہونے کے باوجود مزاج میں شفقت اور نرمی تھی نیز علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ خاموش طبیعت کے حامل تھے۔دبلا پتلا وجود، ہلکا پھلکا بدن، چستی اور صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ علم وعرفان کا نور آپ کے چہرہ مبارک سے جھلکتا تھا۔حسنِ اخلاق جو جملہ اکابر واسلاف کا قیمتی سرمایہ ہے آپ کا امتیاز تھا۔کسی قسم کی بڑائی اور غرور کا شائبہ تک آپ کی مبارک ذات میں نظر نہیں آتا تھا۔

نسبی طور پر کئی نسبتوں کے حامل تھے۔ظاہری اور معنوی نعمتوں سے اللہ پاک نے سرفراز فرمایا تھا۔ برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند نسبتی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور تلمذ کا بھی۔اور یہ تلمذ رسمی نہیں خصوصی تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت والا کی محدثانہ تحقیقات کی ترتیب اور ان کا اہل علم تک پہنچنا آپ کے واسطہ سے بھی ہوا۔یہ فیض اس کے علاوہ ہے جو جامعہ مظاہر علوم کے علمی وروحانی مرکز میں بحیثیت محدث و مدرس رہ کر آپ نے براہ راست اپنے تلامذہ اور منتسبین و متعلقین کو پہنچایا ذَالِكَ فَضُلُ اللّٰهِ يُوُتِيُهِ مَنُ يَّشَاءُ۔

آپ کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں تلامذہ، منتسبین و متعلقین اور نیک صالح احفاد واولاد کے علاوہ الفیض السمائی اور الدر المنضود نیز مقدمہ الکوکب الدری اور اب اخیر عمر میں آنے والی شرح ترمذی شریف وغیرہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات ہیں۔اور یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ملی ہوئی وہ عظیم علمی وراثت ہے جس کے حصول میں آپ

منفرد ہیں۔شاید یہ ذوقِ تصنیف وتالیف آپ کو حضرت شیخ سے ورثہ میں ملا ہو، کیونکہ لامع الدراری جیسی کتابوں میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو املاء وغیرہ کے کاموں میں مشغول فرمایا تھا۔اس سلسلہ میں آپ مدینہ منورہ میں اپنے طویل قیام کے دوران خوب اشتغال کے ساتھ تصنیف وتالیف کا کام انجام دیتے رہے۔خوش قسمتی سے چند سال قبل ایک روز حرم شریف مدنی علیٰ صاحبہ الصلوات والتسلیمات میں آنجناب اس حقیر فقیر کو اپنے ہمراہ اپنے مستقر پر لے گئے اور وہاں موجود کتب خانہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مسودات کی زیارت کرائی جن پر آپ اس وقت کام کر رہے تھے۔احقر کو انتہا درجہ کی مسرت حاصل ہوئی ان کی شفقت پر پھر حضرت شیخ کے مسودات کی زیارت پر،فالحمد لله علی ذالك۔

٢٩ شوال ١٤٤٦ھ یعنی اپریل 2025ء کو آسمان علم کا یہ ستارہ غروب ہوگیا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيُهِ رَاجِعُوُنَ اس وقت آپ کی عمر مبارک شمسی اعتبار سے اٹھاسی اور قمری اعتبار سے نوے سال کی تھی۔آپ کی تاریخ پیدائش ١٥/شعبان ١٣٥٩ھ مطابق ١٥/اکتوبر ١٩٣٧ء ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مولانا سید محمد عاقل صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات سے جامعہ مظاہر علوم کا ایک دور مکمل ہوا تو بے جانہ ہوگا۔اسکی تفصیل یہ ہے کہ احقر کی سہارنپور پہلی حاضری سن ١٩٧٠ عیسوی جولائی اگست میں (یعنی آج سے پچپن سال قبل ہوئی یہ احقر کی عمر کا چودھواں سال تھا۔میرے محسن و مشفق حاجی محمد اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی وصدر مدرسہ اسلامیہ عربیہ شمس العلوم ٹنڈ ھیڑہ مظفر نگر اپنے ساتھ کشمیر سے مجھ حقیر فقیر کو لیکر گئے تھے جبکہ میں ہائر سکنڈری سکول میں

دسویں میں زیر تعلیم تھا۔تو ایک شام کو بعض کشمیری مہمانوں کی معیت میں سہارنپور اس حال میں حاضری دی کہ مشہور ومعروف حضرات اکابر مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری اور مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری جوان دنوں مظاہر علوم سہارنپور میں مقیم تھے کے وہاں شام کا طعام اور رات کا قیام کرایا۔ بعد مغرب مسجد شریف محلّہ مفتی میں جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین میں سے بیعت کے خواہشمند حضرات کو کلمات توبہ کہلوانا شروع فرمایا اور رسی ڈالی گئی جس کو ان امیدواران بیعت نے اپنے ہاتھوں میں تھاما تو ملا جی مرحوم نے اس حقیر کو بھی اس میں شامل ہونے کی ہدایت دی۔ چنانچہ تعمیل حکم میں احقر نے رسی کو تھاما بیعت توبہ کے کلمات کہے اسطرح سے سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، یہ سن انیس سوستر (1970ء) کا واقعہ ہے۔

اس ادارہ میں اکابر علماء ومشائخ کی موجودگی کا یہ وہ عالیشان دور تھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس وقت حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب (خلیفہ مجاز حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) بحیثیت ناظم مظاہر علوم قیام فرما تھے جبکہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم تھے۔مفتی محمد یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی تھے۔

مظاہر علوم سہارنپور اس سلسلے میں ممتاز ہے کہ یہاں اس تسلسل میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور تلامذہ ومنتسبین میں سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب کے رفیق درس بھی تھے)، حضرت مولانا محمد سید محمد سلمان صاحب مظاہری، حضرت مولانا سید محمد

شاہد صاحب نیز حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی محدث جیسے حضرات موجود تھے۔ یہ سلسلہ وہاں ہمیشہ قائم رہا، جو اپنی موفق منجانب اللہ خدمات انجام دینے کے بعد اپنے اپنے وقت پر داعئ اجل کو لبیک کہہ کر رخصت ہوئے۔

اس سلسلے کی سب سے آخری کڑی حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحبؒ کی شکل میں اس عظیم الشان ادارہ میں بحیثیت ناظم وشیخ الحدیث خدمات دین انجام دے رہے تھے وہ بھی اب راہی دارالبقاء ہوگئے۔اس طرح سے اس ادارہ میں اب براہ راست حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے مجازین میں سے کوئی شخصیت موجود نہیں رہی۔ یہی احقر کی مراد ہے کہ ایک دور کا خاتمہ ہوگیا۔

البتہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عنایت سے ان کے شاگردوں کے شاگرد اور ان کے خلفائے مجازین کے خلفاء سے یہ ادارہ بفضل اللہ آباد ہے۔ مثلاً اب بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب، بخاری شریف ثانی حضرت مولانا مفتی محمد مقصود صاحب کے سپرد ہوئی وہ دونوں حضرات الحمد لله حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معروف ومشہور جانے پہچانے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ مجاز ہیں۔اسی طرح سے مفتی محمد صالح صاحب جوان صالح عالم دین بالکل الولد سر لابيه کے مصداق علم وعمل میں اپنے اکابر کے وارث ہیں۔ دیگر حضرات میں مولانا مفتی محمد جعفر صاحب، مولانا محمد ساجد صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا جنید احمد ہاشمی، مولانا محمد عثمان صاحب وغیرہ حضرات بھی اپنے اکابر واسلاف کے قائم مقام ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنے ماقبل اسلاف کے نقش قدم پر

****

قائم و مستقیم فرما کر اپنے دین حق کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔آمین۔

مظاہر علوم وا کابر مظاہر علوم کا جب یہ محبت و لذت والا تذکرہ چلا، تو مناسب ہے کہ اپنی خوش نصیبی اور تعلق کا بھی ذکر کروں جو محض غیبی توفیق اور عنایت خداوندی سے اس احقر کونصیب ہوا کہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط اس احقر کو کس طرح رب العالمین نے ادارہ اور خانوادہ سے جڑنا نصیب کیا۔یہ سطریں اس طرح مضمون کے ضمن میں موضوع سے ہٹ کر ہیں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تھا وما تلك بيمينك يا موسىٰ ہے تو مختصر جواب کے بدلے موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ محبت اور خوشی میں قال هي عصاى سے لیکر مآرب اخریٰ تک لمبی تفصیل سنا دی۔اس پہلی حاضری کے بعد سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سے مسلسل مظاہر علوم سہارنپور میں اکابر کی خدمت میں حاضری اور ملاقات کی سعادت حاصل ہوتی رہی جو بفضل اللہ اب تک قائم ہے جبکہ احقر کی عمر کل 67 منزلیں گزر چکی ہیں فالحمد لله على ذلك ۔لیکن حاضری کی نوعیت مختلف رہی۔

ابتدائی ایام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت، ملاقات اور مجالس نصیب ہوتی رہیں۔عصر کے بعد کتب خانہ یحیوی کے سامنے ایک عمارت کے صحن میں مجلس اور مصافحہ کی سعادت، صبح کو کچے گھر میں ذکر اور اس کے بعد چائے اور پاپڑ سے فیض یاب ہوتے، مدرسہ ٹنڈ ہیڑہ میں عیدالاضحیٰ اور سالانہ امتحانات پر چھٹیاں ہو جاتیں تو سہارنپور ریلوے اسٹیشن جلدی پہنچ کر سامان امانت گھر میں رکھ کر مظاہر علوم حاضر ہو کر عصر بعد کی مجلس میں شریک ہو جاتے پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ ہوتا، اس کے بعد مختصر وقفہ میں حضرت شاہ اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

مصافحہ وملاقات سے سرفراز ہوتے اور والدہ چونکہ بیمار رہتی تھی ان کے لئے تعویذ کا حصول ان کے ہاں مستقل معمول تھا، تب کہیں اسٹیشن جا کر ٹرین پکڑنی ہوتی، یہ مستقل معمول رہا۔حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُر ملال کے بعد حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں رمضان المبارک میں بھی اور غیر رمضان میں بھی یہ حاضری نصیب ہوتی رہی اور ان کی معیت کی وجہ سے جملہ اکابر سے ملاقات اور ان کی شفقتیں نصیب ہوتیں، کیونکہ اب حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خادموں میں شامل ہونے کی بنا پر ان کی نسبت سے اکرام ہوتا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا انعام ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی نسبت سے سارے اکابر اور ان کی اولادیں تمام ہی اس حقیر فقیر سے اپنی اولاد اور برادران کی طرح محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اس حب فی اللہ پر اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی اس محبت کو احقر کے لئے باعث نجات اخروی بنائے۔اب واپس حضرت مولانا کے تذکرے کی طرف لوٹتا ہوں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مولانا سبھی اہل دل واہل علم کے محبوب تھے تو بے جا نہ ہوگا ان کی زندگی سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ خود وہ اپنی ذات کے اعتبار سے یکسوئی والے آدمی تھے لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول نہیں رکھتے تھے علمی اور عرفانی یا روحانی مزاج کے حامل تھے یہی ان کی خاص پہچان تھی لیکن عوام الناس بالخصوص علماء وطلباء، صوفیاء ومشائخ ان کی جانب صرف متوجہ ہی نہیں بلکہ کھنچے چلے جاتے تھے گویا اللہ تعالی نے ان کی مقبولیت دلوں میں پیوست کردی تھی ۔نہایت سیدھے سادھے لیکن صاف وشفاف لباس میں ملبوس شکل

وصورت کے اعتبار سے نورانی محسوس ہونے والے اس پیکر معصوم کی جانب لوگوں کی نگاہیں خود بخود اٹھتی تھی پھر اگر سلام ومصافحہ کی سعادت بھی کسی کو حاصل ہوتی تو نرم گداز ہاتھوں کے ساتھ ساتھ طبیعت کی لطافت اور گفتگو میں خوش مزاجی اور خندہ پیشانی کی صفات کو ضرور محسوس کیا جاتا تھا۔حسن گفتار واعلی کردار نیز عمدہ اخلاق جیسی صفتیں تو خاندان سادات میں وراثۃً منتقل ہونا بدیہی امر ہے اس کی عالیشان جھلک یہاں بھی دیکھنے والوں کو مل جاتی تھی۔گفتگو میں دھیمی آواز لیکن چلنے میں تیز رفتار مگر ہیئت میں تواضع آپ کے اندر صفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل کہا جاسکتا ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔ان ہی اوصاف کی بناپر جب دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے لئے آپ کا اسم گرامی تجویز ہوا تو سبھی حاضر ممبران نے فوراً اتفاق رائے سے منظوری عطا فرمائی۔اس کے بعد تو ملاقاتوں اور مجالس میں بار بار حاضری ہوتی۔سہارنپور ان کے خانقاہ میں حاضری ہوتی تو روحانی توجہ کے علاوہ چائے مٹھائی کی ضیافت سے بھی سرفراز فرماتے، گذشتہ مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں مجلس عاملہ میں ملاقات کے بعد پھر ایک بار سہارنپور حاضری نصیب ہوئی تو ملاقات میں دعائیں دینے کے بعد مٹھائی کا ڈبہ بھی عنایت فرمایا۔مجلس شوری دارالعلوم دیوبند کے موقع پر پتا چلا کہ حیدرآباد علاج کے سلسلہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ حضرت سے اب ملاقات نصیب نہ ہوگی، یہاں تک کہ آپ کے دارالفناء سے دارالبقاء کی جانب روانگی کی اطلاع ملی انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمیٰ رحم اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ وبرداللہ مضجعہ واسکنہ فی اعلی علیین۔

****

اسباق تفسیر

قوم کی انتہائی بے وفائی

اور

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتہائی عزم واستقلال

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف ومسائل

قَالَ رَبِّ اِنِّی لَآ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ۔ قوم بنی اسرائیل کے سابقہ حالات و واقعات اوران کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملات کا جائزہ لینے والا اگر سرسری طور پر بھی اس کو سامنے رکھے کہ جو قوم بنی اسرائیل صدیوں سے فرعون کی غلامی میں طرح طرح کی ذلتیں اور عذاب برداشت کررہی تھی۔حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی تعلیم اور ان کی برکت سے ان کو خدائے عزوجل نے کہاں سے کہاں پہونچایا۔ان کی آنکھوں کے سامنے اللہ جل شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کے کیسے کیسے مظاہر آئے۔فرعون اور قومِ فرعون کو حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے ہاتھو ں اپنے قائم کئے ہوئے دربار میں شکست فاش ہوئی۔جن ساحروں پر ان کا بھروسہ تھا وہی اب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، اور موسیٰ علیہ اسلام کا دم بھرنے لگے۔پھر اس خدائی کا دعویٰ کرنے والا فرعون اور شاہی محلات میں بسنے والے آل فرعون سے خدائے عزوجل کی قدرت قاہرہ نے کس طرح تمام محلات

****

ومکانات اوران کے ساز وسامان کو بیک وقت خالی کرالیا۔اورکس طرح بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے اسے غرق دریا کردیا۔اورکس طرح معجزانہ طور پر بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا۔اورکس طرح وہ دولت جس پر فرعون یہ کہہ کرفخر کیا کرتا تھا۔اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ وَھٰذِہِ الۡاَنۡھٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ۔اللہ تعالیٰ نے پورا مُلک اوراس کی پوری مِلک بغیر کسی قتل وقتال کے بنی اسرائیل کوعطافرمادی۔

ان تمام واقعات میں اللہ جل شانہٗ کی قدرت قاہرہ کے مظاہراس قوم کے سامنے آئے ،حضرت موسیٰ نے اس قوم کو اول غفلت وجہالت سے پھر فرعون کی غلامی سے نجات دلانے میں کیا کیا روح فرسا مصائب برداشت کیں،ان سب چیزوں کے بعد جب اسی قوم کوخدائی امدادوانعامات کے وعدوں کے ساتھ ملک شام پر جہاد کرنے کا حکم ملا تو ان لوگوں نے اپنی اس دناء ت کا اظہار کیا اور کہنے لگے۔اِذۡھَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوۡنَ۔دنیا کا بڑے سے بڑا مصلح دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے کہ ان حالات اوراس کے بعدقوم کی ان حرکات کااس پر کیااثر ہوگا۔مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول ہیں، کہ کوہِ استقامت بنے ہوئے اپنی دھن میں لگے ہیں۔

قوم کی مسلسل عہدشکنی اور وعدہ فراموشی سے عاجز آ کر اپنے رب کے سامنے صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ۔یعنی مجھے تو اپنی جان اوراپنے بھائی کے سواکسی پراختیارنہیں۔قوم عمالقہ پر جہاد کی مہم کوکس طرح سَرکیا جائے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہےقوم بنی اسرائیل میں سے کم ازکم دو

سردار یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا جنھوں نے پوری طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کا ثبوت دیا تھااورقوم کوسمجھانے اورصحیح راستہ پر لانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مسلسل کوشش کی تھی۔اس وقت حضرت موسیٰ نے ان کا بھی ذکرنہیں کیا؛ بلکہ صرف اپنااورحضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا۔اس کا سبب وہی قوم بنی اسرائیل کی عہدشکنی اور نافرمانی تھی کہ صرف حضرت ہارون علیہ السلام بوجہ نبی وپیغمبر ہونے کےمعصوم تھے۔اوران کا طریق حق پرقائم رہنا یقینی تھا۔باقی یہ دونوں سردارمعصوم بھی نہ تھے۔اس انتہائی غم وغصہ کے عالم میں صرف اس کا ذکر کیا جس کا حق پرقائم رہنا یقینی تھا۔اس اظہار کے ساتھ کہ مجھے اپنی جان اوراپنے بھائی کے سواکسی پراختیارنہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ یعنی ہم دونوں اور ہماری قوم کے درمیان آپ ہی فیصلہ فرمادیجئے۔اس دعا کا حاصل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ تھا کہ یہ لوگ جس سزا کے مستحق ہیں ان کووہ سزادی جائے اورہم دونوں جس صورت حال کے مستحق ہیں ہم کو وہ عطافرمایاجائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو اس طرح قبول فرمایا کہ ارشاد ہوا کہ فَاِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیۡھِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ط یَتِیۡھُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ۔یعنی ملک شام کی زمین ان پرچالیس سال کے لئے حرام قراردے دی گئی۔اب اگروہ وہاں جانا بھی چاہیں تو نہ جاسکیں گے۔اور پھر یہ نہیں کہ ملک شام نہ جاسکیں گے؛ بلکہ وہ اگر اپنے وطن مصر کی طرف لوٹنا چاہیں گےتو وہاں بھی نہ جاسکیں گے بلکہ اس میدان میں ان کونظر بند کردیا

جائے گا۔

خدائے عزوجل کی سزاؤں کے لئے نہ پولیس اور نہ ان کی ہتھکڑیاں شرط ہیں اور نہ جیل خانے کی مضبوط دیواریں اور آہنی دروازے؛ بلکہ جب وہ کسی کو محصور و نظر بند کرنا چاہیں تو کھلے میدان میں بھی قید کر سکتے ہیں۔ سب ظاہر ہے کہ ساری کائنات اسی کی مخلوق اور محکوم ہے۔ جب کائنات کو کسی کی قید کا حکم ہو جاتا ہے تو ساری ہوا اور فضا اور زمین و مکان اس کے لئے جیلر بن جاتے ہیں۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند...... با من وتو مردہ باحق زندہ اند

چنانچہ یہ مختصر سا میدان جو مصر اور بیت المقدس کے درمیان ہے جس کی پیائش حضرت مقاتل کی تفسیر کے مطابق تیس فرسخ لمبائی اور نو فرسخ چوڑائی ہے، ایک فرسخ اگر تین میل کا قرار دیا جائے تو نوے (۹۰) میل کے طول اور ستائیس میل کے عرض کا کل رقبہ ہو جاتا ہے، اور بعض روایات کے مطابق صرف تیس میل ضرب اٹھارہ میل کا رقبہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پوری قوم کو جس کی تعداد حضرت مقاتل کے بیان کے موافق چھ لاکھ نفوس تھی، اس مختصر سے کھلے میدانی رقبہ کے اندر اس طرح قید کر دیا کہ چالیس سال مسلسل اس تنگ ودَو میں رہے کہ کسی طرح اس میدان سے نکل کر مصر واپس چلے جائیں، یا آگے بڑھ کر بیت المقدس پر پہونچ جائیں، مگر ہوتا یہ تھا کہ سارے دن کے سفر کے بعد جب شام ہوتی تو یہ معلوم ہوتا کہ پھر پھرا کر وہ اسی مقام پر پہونچ گئے ہیں جہاں سے صبح چلے تھے۔

(جاری)

****

اسباق حدیث

حدیث کے اصلاحی مضامین

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

تجارت میں سچائی، ایمان لانے کا سبب

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ کپڑوں کا ایک تاجر تھا، اس زمانہ میں ایک مشہور دلال تھا جس کا نام احمد بن حبیب تھا۔ انہوں نے کپڑوں کا ایک بڑا تھان اس کو دیا اور کہا: اس میں فلاں عیب ہے جس کے ہاتھ بھی فروخت کرو، اس کو بتا کر دینا، احمد بن حبیب نے وہ تھان بیچ دیا اور عیب بتانا بھول گئے۔ جب قیمت حوالے کی تو انہوں نے پوچھا: وہ عیب بتا دیا تھا؟ اس نے کہا: وہ عیب تو میں بتانا بھول ہی گیا۔ پوچھا: کس کے ہاتھ بیچا ہے؟ کہا: ایک قافلہ بغداد کی طرف جا رہا تھا اس میں ایک شخص کے ہاتھ بیچا ہے، اور وہ قافلہ تو روانہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے ایک تیز رفتار گھوڑا لیا اور بغداد کا راستہ پکڑا، دو دن کے بعد اس قافلہ میں پہنچے اور اعلان کیا کہ فلاں قسم کے کپڑے کا تھان تم میں سے کس نے خریدا ہے؟ ایک آدمی نے بتلایا: میں نے خریدا ہے۔ کہا: دیکھو! میں نے وہ تھان جس آدمی کو فروخت کرنے کیلئے دیا تھا اس کو کہہ رکھا تھا کہ اس میں فلاں عیب ہے، بیچتے ہوئے بتا دینا لیکن وہ آپ کو بتانا بھول گیا تھا، اس لئے اپنی قیمت واپس لے لو اور تھان واپس کر دو، تاکہ دھوکہ نہ ہو۔ خریدار غیر مسلم تھا، اس نے ان کا یہ عمل دیکھ کر پہلے تو کلمہ پڑھا اور اس کے بعد یوں کہا: وہ پیسے مجھے واپس کرو، اس لئے کہ یہ پیسے جعلی ہیں اور اب میں تم کو اصلی پیسے دیتا ہوں۔ اور اتنی ہی رقم میں وہ تھان خرید لیا۔

دیکھئے! اگر یہ امانت داری سے کام نہ لیتے تو وہ خود دھوکہ کھا جاتے۔ جب آدمی تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں، جہاں سے اس کو

****

گمان بھی نہیں ہوتا۔

تقویٰ اختیار کرنے کی برکت

بہت سی کتابوں میں ایک مشہور واقعہ لکھا ہے:۔

اللہ کے ایک نیک بندے محمد بن عبدالباقی نام تھا، حج کے لئے گئے ہوئے تھے، ان کے مصارف ختم ہوگئے، اوران کے پاس کچھ نہیں بچا، فاقہ میں مبتلا ہوئے، پریشان تھے راستے میں ایک تھیلی پڑی ہوئی نظر آئی، اس کو اٹھایا اور کھول کر دیکھا تو اس میں ہیروں کا ایک قیمتی ہار تھا، اس کو انہوں نے امانت داری سے اپنے پاس رہنے دیا۔ اسی دوران ایک آدمی کو اعلان کرتے ہوئے سنا کہ فلاں آدمی کے ہیرے کا ہار گم ہوا ہے، جس کو بھی ملا ہو، وہ اس آدمی تک پہنچادے، وہ فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ پہنچانے والے کو دس ہزار درہم انعام کے طور پر دئے جائیں گے۔ اس زمانے کے دس ہزار درہم آج کے لاکھوں کے برابر ہوتے ہیں۔ بہرحال! یہ اللہ کے نیک بندے بتائی ہوئی علامت کے مطابق اس جگہ پہنچے اور خفیہ طور پر معلوم کر کے جس کا ہار تھا، اس تک پہنچا کر اپنے آپ کو ظاہر کئے بغیر چپکے سے وہاں سے چلے آئے، اور وہ انعام بھی حاصل نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اس کا پہنچانا میری ذمہ داری اور میرا فریضہ ہے، اس پر انعام کیا معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ اس مالک کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کون پہنچا گیا۔ اس کی بڑی تمنا تھی کہ جس نے پہنچا دیا ہے اس کو انعام کی رقم دوں۔ اس نے بہت اعلان کیا کہ پہنچانے والا مجھ کو ملے، لیکن انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔

خیر! وہ آدمی حج کے بعد اپنے وطن چلا گیا، یہ بھی اپنے وطن واپس جانے کے لئے کشتی میں سوار ہوئے، اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ کشتی سمندر کے تھپیڑوں کی وجہ سے ٹوٹ گئی، ان کے ہاتھ میں ایک تختہ آگیا، وہ اس پر سوار ہوکر ایک جزیرے میں پہنچے،

****

آبادی میں جاکر ایک مسجد میں گئے، وضو کے نماز پڑھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ مسافر ہے، کھانے کا انتظام کیا، صاحب کمال آدمی تھے، عالم بھی تھے۔ بستی والوں نے جب دیکھا کہ صاحب فضل وکمال ہیں تو ان سے کہا: ہمارے امام صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ ہم کو آدمی کی ضرورت بھی تھی، آپ یہیں ٹھہر جایئے۔ ان کے کمالات کی وجہ سے تمام لوگ ان سے محبت کرنے لگے۔ پھر لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا اچھا آدمی ہاتھ لگا ہے، کہیں نکل نہ جائے، اس لئے اس کے پاؤں میں بیڑی ڈال دو۔ لہٰذا ان سے کہا: آپ کا نکاح کرادیں؟ انہوں نے کہا: صالحہ لڑکی ملے تو میں بھی تیار ہوں۔ لوگوں نے کہا: سابق امام صاحب کی ایک لڑکی ہے، بہت ہی نیک وصالحہ ہے اور بڑی حسین وجمیل بھی ہے، اس سے نکاح کرلو۔ انہوں نے کہا: میں دیکھ لوں۔ خیر! فیصلہ کرلیا اور نکاح ہوگیا۔ جب رخصت ہوکر وہ لڑکی آئی تو دیکھا کہ اس کے گلے میں وہی ہار ہے۔ انہوں نے پوچھا: یہ ہار کیسا ہے؟ اس نے کہا: یہ میرے والد صاحب نے میرے لئے میراث میں چھوڑا تھا۔

پھر اس نے کہا: میرے والد صاحب حج میں گئے تھے اور یہ ہار گم ہوگیا تھا، انہوں نے اعلان کیا تھا کہ جو یہ ہار پہنچادے گا، اس کو دس ہزار درہم انعام دیں گے۔ لیکن ایک آدمی پہنچا کر چلا گیا اور انعام بھی وصول نہیں کیا۔ والد صاحب ہمیشہ تمنا کرتے تھے کہ کاش! وہ آدمی ملے تو میں اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کراؤں۔ انہوں نے کہا: میں وہی آدمی ہوں۔ اس نے کہا: میرے والد صاحب کی تمنا پوری ہوئی۔

خیر! اس کے بعد ان سے اولاد میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئیں، اس کے بعد اس عورت کا انتقال ہوگیا اور کچھ مدت کے بعد بیٹا اور بیٹی کا بھی انتقال ہوگیا اور یہ ہار ﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ کے طور پر تقویٰ اختیار کرنے کی برکت سے وراثت میں ان کو مل گیا۔ ایسے بےشمار واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

****

مت پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی......(قسط نمبر۴۶)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق نازکی قاسمی صاحب

اکابر کا ذکرِ جمیل

حضرت گنگوہیؒ کے خلفائے عظام (علیہم الرحمۃ والرضوان)

حضرت گنگوہیؒ کو تعلیم وتربیت کے حوالے سے جو ماحول ملا تھا اور جس قسم کے معلم ومربی انہیں ملے تھے وہ تو سراسر حضرت اللہ جل مجدہ ہی کا احسان وانعام تھا کہ پتھر سونا بن جاتا تھا اور ایسے معلم ومربی ملے کہ جن کی خدمت میں محض رہنے ہی سے ایک شخص صاحب ولایت بن جاتا تھا پھر اس شخص کی رفعت شان کیا ہوسکتی ہے جس کی فطرت سلیمہ میں بچپن ہی میں صلاحیت وصالحیت کے انتہائی قیمتی لعل وجواہر ودیعت رکھے گئے ہیں پھر بتوفیق حضرت اللہ جل مجدہ ریاضات وعبادات اور کسب واکتساب کی لائن سے بھی حظ وافر ملا ہو چناں چہ حضرت سید الطائفہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی فاروقیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی خلافت سے آپ کو نوازا گیا تھا۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت گنگوہیؒ کوئی ۱۴ سال تک صحاح ستہ کا مکمل درس ہر سال دیا کرتے تھے اس درس میں اس وقت کے اکابر علماء بھی برابر شریک رہتے تھے پھر یہی اکابر حضرت گنگوہیؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تو سب سے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ، پھر حضرت

****

مولانا محمود الحسن صاحب عثمانی دیوبندیؒ (شیخ الہند)، پھر مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ شیخ الاسلام اور آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب مدنیؒ بیعت ہوئے اس کے بعد بڑے بڑے اکابر علماء کرام کی لائن لگ گئی۔ یہاں ان خلفائے عظام کا مختصر تعارف کراتا ہوں۔

❁ (۱) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپویؒ

آپ متحدہ ہندوستان کے بڑے مشہور محدث، مظاہر العلوم سہارنپور کے شایان شان شیخ الحدیث، اور صدر المدرسین سنن ابی داؤد شریف کے شارح یعنی بذل المجھود کے مصنف شیخ العرب والعجم حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ کے استاذ ومرشد، حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقیؒ کے بھی استاذ، حضرت گنگوہیؒ کے علاوہ حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی آپ کو خلعت خلافت سے نوازا گیا تھا۔ زندگی کے آخری لمحات مدینہ طیبہ میں گزارے اور یہاں ہی کی خاکِ پاک کے پیوند ہونے کی تمنا کرتے رہے۔ یہاں کافی مدت تک درس حدیث دیتے رہے اور ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں یہاں ہی انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

❁ (۲) حضرت مولانا محمود الحسن صاحب عثمانی دیوبندیؒ

آپ ''شیخ الہند'' سے جانے اور مانے جاتے ہیں۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے پہلے شاگرد، انگریز سامراج کے سب سے بڑے دشمن، اسلام کے بطل جلیل، حضرت علامہ کشمیریؒ کے استاذ، تحریک ریشمی رومال کے بانی دارالعلوم دیوبند

****

کے شایان شان تیسرے شیخ الحدیث وصدر المدرس، چار سالہ اسیر مالٹا، علی گڈھ یونیورسٹی کے قبلہ کو درست کرنے والے یعنی اس کو ''مسلم'' یونیورسٹی بنانے والے، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے بانی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے خاص شاگرد، مفسر و محدث ومجاہد وعابد اورفقیہ، ولادت شہر بریلی میں ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے۔ بالآخر دہلی میں ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں وفات پاگئے جنازہ دیوبند لایا گیا اور مقبرۂ قاسمی میں آپ محو استراحت ہوئے۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

آپ کی ولایت ضلع انبالہ کی ایک بستی تیگری میں ۱۸۵۵ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے بچپن سے پچپن تک کے گہرے دوست، تحریک ریشمی رومال میں نائب حضرت شیخ الہندؒ، خاندانی اعتبار سے بڑے صاحب ثروت زمیندار تھے مگر دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا اور سادہ زندگی گزارتے رہے ساری زندگی دعوت واصلاح میں، تعلیم و تربیت میں اور تزکیہ وسلوک میں گزری بالآخر ۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/جنوری ۱۹۱۹ء میں رائپور ضلع سہارنپور یوپی میں ہی انتقال فرما گئے اور اسی باغ میں سپرد خاک رہے جہاں آپ ستر سال تک ذکر الٰہی میں محو رہے اور اس کے در و بام سے اللہ اللہ کی گونج سنائی دیتی رہی۔

(جاری)

****

طاقت کے باوجود حج نہ کرنا

ماخوذ ومنتخب از: فضائل حج

مصنفہ: حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حج نہ کرنے کی وعید

حج ارکانِ اسلام میں ایک اہم رُکن ہے اور اسی پر ارکان کی تمامی ہوئی ہے، اسلئے اس میں کوتاہی پر جتنی سختی ہو وہ قرینِ قیاس ہے اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً ط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (آل عمران، ع ۱۰)

اور اللہ جل شانہٗ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی بیت اللہ) کا حج (فرض) ہے اس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو (اللہ جل شانہٗ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالےٰ تمام جہاں سے غنی ہیں (ان کو کیا پروا)۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ حج کی فرضیت کی ابتدا اسی آیت شریفہ کے نزول سے ہوئی۔ (عینی)

اس میں کئی نمبر ایسے ہیں جو عربی سے تعلق رکھتے ہیں اس ایک ہی آیت شریفہ میں کئی وجہ سے تاکید اور حج نہ کرنے والوں پر عتاب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کو جا سکے اور پھر بغیر حج کئے مر جائے قیامت میں اس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد انھوں

****

نے یہ آیت شریفہ ومن کفر آخر تک پڑھی۔ (درمنثور) حضرت سعید بن جبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ مجاہد، طاؤسؒ جو تابعین علماء میں مشہور ہیں ان حضرات میں سے ہر ایک سے یہ نقل کیا گیا کہ اگر مجھے کسی شخص کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ غنی تھا اس پر حج واجب تھا پھر بغیر حج کئے مر گیا تو میں اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھوں۔ (اتحاف)۔

اگر چہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حج نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک کہ حج کا انکار نہ کرے۔ لیکن جو وعیدیں اوپر ذکر کی گئیں وہ کیا کم ہیں اور آئندہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس بارہ میں آرہے ہیں وہ مزید برآں۔

عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم **من ملک زاداً وَّ راحلة تبلغه الی بیت اللّٰهِ ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا وذٰلک ان اللّٰه تبارک وتعالیٰ یقول وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** ط رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب وفی اسناده مقال کذافی المشکوٰة۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مر جائے یا نصرانی ہو کر۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کی تاکید میں وہ آیت پڑھی جو اوپر گذری۔

وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

فائدہ: محدثین کے قواعد کے موافق اس حدیث کی سند میں کلام ہے لیکن اوپر کی آیت شریفہ اور دوسری روایات سے اس حدیث شریف کی تاکید ہوتی ہے۔ امام

غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کتنی اہم عبادت ہے کہ اس کا چھوڑنے والا گمراہی میں یہود اور نصاریٰ کے برابر شمار ہوتا ہے۔

عن ابی امامة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم **من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة اوسلطان جابر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیا وان شاء نصرانیا.**

رواه الدارمی کذافی المشکوٰة وفی الاتحاف روی الحدیث بالفاظ مختلفة وکذابسط طرقهٗ السیوطی فی الدر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کیلئے کوئی واقعی مجبوری حج سے مانع نہ ہو، ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی مرے۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا کہ انھوں نے تین دفعہ فرمایا کہ ایسا شخص چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی مرے۔ دوسری حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا گیا کہ جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہو اور حج نہ کرے قسم کھا کر کہہ دو کہ وہ نصرانی مرا ہے، یا یہودی مرا ہے۔ (کنز) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ممکن ہے کہ ان کی یہی تحقیق ہو ورنہ علماء کے نزدیک حج نہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا۔ انکار سے کافر ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمام شہروں میں اعلان کرا دوں کہ جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے یہ مسلمان نہیں، مسلمان

نہیں۔(کنزواتحاف) جزیہ کافروں پرمقرر کیا جاتا ہے مسلمان پر جزیہ نہیں ہوتا۔

عن ابی سعید الخدری **ان رسول اللّٰہ** صلی اللّٰہ علیہ وسلم **قال یقول اللّٰہ عزوجل ان عبداً صححت لہٗ جسمہ ووسعت علیہ فی المعیشۃ تمضی علیہ خمسۃ اعوام لایَفِدُ اِلَیَّ لَمَحْرُوْمٌ ۔**

رواہ ابن حبان فی صحیحہ و قال علی بن المنذرا خبرنی بعض اصحابنا کان حسن بن حی یعجبہ ھذا الحدیث وبہ یاخذ ویحب للرجل الموسرالصحیح ان لا یترك الحج خمس سنین کذافی الترغیب وفی الباب عن جنابؓ وابی ھریرۃؓ کما فی الکنز۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کا فرمان ہے کہ جو بندہ ایسا ہو کہ میں نے اسکو صحت عطا کر رکھی ہو اور اسکی روزی میں وسعت دے رکھی ہو اور اس کے اوپر پانچ سال ایسے گذر جائیں کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہ ہو وہ ضرور محروم ہے۔

فائدہ: اس مضمون کی کئی حدیثیں روایت کی گئی ہیں اس حدیث کا تقاضا یہ تھا کہ ہر صاحب ثروت پر اگر اسمیں حج کی طاقت ہو تو ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ حج فرض ہوتا لیکن چونکہ دوسری احادیث میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف لفظوں میں یہ ثابت ہو گیا کہ حج عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے اسلئے اس حدیث کو فرض پر تو محمول نہیں کیا جاتا لیکن خیر و برکت کی محرومی سے کیا انکار ہے جب کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد بھی ہے اور اسکی عطا کی ہوئی صحت اور رزق کی وسعت بھی ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی دوسری دینی ضرورت مقدم نہ ہو تو پھر حاضر ہونا ہی چاہئے البتہ اگر کوئی دوسری دینی ضرورت راجح ہو تو وہ مقدم ہوگی اور اسی طرح اگر فقراء کی کثرت ہو تو صدقہ حج نفل سے افضل ہوگا۔

****

زیارۃ سیّدالمرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سرور کائنات فخر موجودات تاجدار مدینہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارۃ بالاجماع اعظم قربات اور افضل طاعات میں سے ہے اور ترقی درجات کیلئے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے۔ بعض علماء نے اہل وسعت کے لئے قریب واجب کے لکھا ہے۔

خود رسالت مآب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ترغیب دی ہے اور باوجود قدرت کے زیارت نہ کرنے والوں کو بے مروت اور ظالم فرمایا ہے خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس دولت سے نوازا جائے اور بدبخت ہے وہ شخص کہ باوجود قدرت ووسعت کے اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائے۔

قال النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم **مَنْ زَارَنِی کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ** اَلْحَدِیْث۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری زیارت کرے گا قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا۔

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیٰوتِی۔

رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت میرے مرنے کے بعد کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میرے زیارت کی۔

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ

(رواہ ابن عدی بن حسن شرح لباب)

****

ترجمہ: جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ (رواہ الدار قطنی والبزار (فتح القدیر)

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی۔

ان روایات میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے حد درجہ زیارت کی ترغیب دی ہے اس لئے ہر مسلمان کو (جیسے حق تعالیٰ اتنی قدرت دے) اِس سعادت کبریٰ کو حاصل کرنا چاہئے

مدینہ طیبہ کے فضائل

جس شہر کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب دو جہاں کے سردار کی قیام گاہ تجویز کیا ہو اس کیلئے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے رہنے کے لئے اس کو پسند کیا، اور اس کے بعد پھر کسی دوسرے شہر کو اس پر کیا فوقیت ہو سکتی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ وہ مواقع جو وحی کے نزول کے ساتھ آباد ہوئے ہوں قرآن پاک ان میں نازل ہوتا رہا ہو، حضرت جبرئیل حضرت میکائیل علیہما السلام بار بار ان میں حاضر ہوتے رہے ہوں مقرب فرشتے ان میں اترتے رہے ہوں، ان کے میدان اللہ کے پاک ذکر اور تسبیح سے گونجتے رہے ہوں انکی مٹی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پھیلی ہوئی ہو، اللہ کے دین اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں وہاں سے اس قدر کثیر مقدار میں جاری ہوئی ہوں، وہاں فضائل اور برکات وخیرات کے مشاہد ہوں، وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کے اور چلنے پھرنے کے مقامات ہوں، وہ اس قابل ہیں کہ ان کے میدانوں کی تعظیم کی جائے، ان کی خوشبوؤں کو سونگھا جائے، اس کے درودیوار کو چوما جائے

****

(شفاء) احادیث میں بھی اس پاک شہر اور اس کے بہت سے مواضع کے فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنه قَالَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّی الْمَدِیْنَةَ طَابَةً ۔

رواہ مسلم کذافی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے اس شہر مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

فائدہ: یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے وحی کے ذریعہ سے اس کا نام طابہ رکھا۔ اور ایک روایت میں طیبہ آیا ہے۔ اس کے معنی پاکی کے بھی ہیں اور عمدگی کے بھی کہ یہ شرک کی گندگی سے پاک ہے، یا یہ کہ اس کی آب وہوا عمدہ ہے معتدل مزاج والوں کے موافق ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے اندر رہنے والے پاکیزہ لوگ ہیں ان کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے (مناسک نووی)

ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے تقریباً ایک ہزار نام ہیں جن میں سے امام نوویؒ نے اپنے مناسک میں مشہور ہونے کی وجہ سے پانچ نام ذکر کئے ہیں: مدینہ، طیبہ، طابہ، دار، یثرب ان میں سے یثرب زمانہ جاہلیت کا نام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں یہ مدینہ ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیثوں میں آیا ہے غالباً ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ یثرب کے معنی ملامت اور حُزن کے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ برا نام بدل کر بہتر نام رکھنے کی تھی، جیسا کہ دوسری حدیث کے ذیل میں مفصل آرہا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں

****

کہ مدینہ دین سے مشتق ہے جس کے معنی طاعت کے ہیں۔اس لئے یہ نام رکھا گیا کہ اس شہر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے۔صاحب اتحاف نے بہت سے نام مدینہ طیبہ کے نقل کر کے لکھا ہے کہ ناموں کی کثرت بھی شرافت پر دلالت کرتی ہے۔اوران سب میں مشہور نام مدینہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ **اُمِرْتُ بِقَرْیَةٍ تَاْکُلُ الْقُرٰی یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبُ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ تَنْفِی النَّاسَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ**، متفق علیه کذافی المشکوٰة۔

’’حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے ایک ایسی بستی میں رہنے کا حکم کیا گیا جو ساری بستیوں کو کھالے لوگ اس بستی کو یثرب کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے۔وہ (برے) آدمیوں کو اس طرح دور کر دیتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔‘‘

فائدہ: اس حدیث شریف میں کئی مضمون ذکر کئے گئے ہیں۔اول یہ کہ مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شہر میں قیام اپنی خواہش اوراپنے ارادہ سے نہیں تھا بلکہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہاں قیام کا حکم کیا گیا تھا۔حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ کو پسند کیا (کنز)

عَنْ سَعْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ **اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَابَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ اَنْ یُقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ یُقْتَلَ صَیْدُهَا وَقَالَ الْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ لَّهُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ لَا یَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِیْهَا مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْهُ وَلَا یَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰی لَاْوَائِهَا وَجَهْدِهَا اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْ شَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ،**

****

رواه مسلم کذافی المشکوٰة وفی تحریم المدینة عن علی عند الشیخین وفی الصبر علی لاواء المدینة روایات کثیرة فی الصّحاح۔

’’حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مدینہ منورہ کی دونوں جانب جو کنکری زمین ہے،اس کے درمیانی حصہ کو میں حرام قرار دیتا ہوں اس لحاظ سے کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں یا اس میں شکار کیا جائے،اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مدینہ مؤمنین کے قیام کے لئے بہترین جگہ ہے اگر وہ اس کی خوبیوں کو جانیں تو یہاں کا قیام نہ چھوڑیں اور جو شخص یہاں کے قیام کو اس سے بددل ہو کر چھوڑے گا اللہ جل شانہٗ اس کا نعم البدل یہاں بھیج دے گا اور جو شخص مدینہ طیبہ کے قیام کی مشکلات کو برداشت کر کے یہاں قیام کرے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ بنوں گا۔‘‘

فائدہ: اس حدیث شریف میں کئی مضمون ہیں،اور ہر مضمون بہت سی مختلف روایات میں وارد ہوا ہے،اول یہ کہ میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں،مدینہ منورہ کے دونوں جانب پتھریلی زمین ہے،ان دونوں کے درمیانی حصہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام مدینہ اوراس کے قریب کی زمین کو حرام قرار دیتا ہوں۔بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جبل عیر اور جبل ثور کے درمیانی حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں،جبل ثور جبل اُحد کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑ بتاتے ہیں۔اور حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ محترم اور حرم کے حکم میں ہے۔نہ اس جگہ شکار کیا جائے نہ یہاں کا خودرو گھاس کاٹا جائے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں یہ چیزیں ناجائز ہیں،ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کے متعلق بھی ارشاد فرمایا،لیکن دوسری روایات کے بناء پر حنفیہ کے نزدیک دونوں جگہ کے حکم میں یہ فرق ہے کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں یہ چیزیں ناجائز ہیں اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو بدلہ دینا واجب ہوگا،اور حرم

****

مدینہ میں خلاف اولیٰ ہیں، اور بدلہ دیناواجب نہ ہوگا۔ یہ ممانعت بھی دونوں جگہ مکان کی فضیلت کے لحاظ سے ہے جیسا کہ شاہی محلوں کے آس پاس کی جگہیں ساری دنیا میں محترم اور قابل ادب ہوتی ہیں۔ وہاں شکار وغیرہ کھیلنے کی بھی اجازت نہیں ہوتی اور کسی کو وہاں کی پیداوار میں تصرف کا بھی حق نہیں ہوتا۔ یہ ایک معروف چیز ہے۔

دوسرا مضمون مدینہ منورہ میں قیام کے متعلق ہے ۔ یہ مضمون بھی بہت سی روایات میں آیا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئی کے طور پر فرمایا ہے کہ یمن فتح ہوگیا۔ بعض لوگ اس کے حالات کی تحقیق کریں گے پھر اپنے اہل وعیال کو اور جو لوگ ان کے کہنے میں آجائیں گے ان کو لے کر وہاں چلے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ یہاں کی برکات کو جانتے، اور شام فتح ہوگا اور لوگ وہاں کے حالات کی خبریں سن کر اپنے اہل کو اور جو ان کے کہنے میں آجائیں گے ان کو لے کے وہاں منتقل ہوجائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ اس کو جانتے، عراق فتح ہوگا اور لوگ وہاں کے حالات معلوم کر کے وہاں اپنے اہل کو اور جو کہنے میں آجائیں گے ان کو لیکر وہاں منتقل ہوجائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا، کاش وہ اس کو جانتے۔'' حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح پورا ہوا۔ اور یہ شہر اسی ترتیب سے فتح ہوئے (فتح)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ **اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَاْرِزُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا**۔ رواہ البخاری۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے شک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھینچ کر آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف آجاتا ہے۔

فائدہ: بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ کے اعتبار سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفاء راشدینؓ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں جو لوگوں کے دل میں ایمانی جذبہ تھا وہ جوق جوق مدینہ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دین کے سیکھنے کے واسطے آتے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تمام زمانوں کے لئے ہے کہ ایمانی جذبہ رکھنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے آثار کی زیارت کے شوق میں کھینچے چلے جاتے ہیں اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمانہ کا حال بتایا ہے کہ ساری دنیا میں سے دین سمٹ کر مدینہ طیبہ میں آجائے گا۔ اس کی تائید اور ایک حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بستیوں میں سب سے آخری بستی جو قیامت کے قریب ویران ہوگی وہ مدینہ طیبہ ہوگا یعنی اس کی ویرانی ساری آبادیوں کے بعد ہوگی (مشکوٰۃ)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ**، متفق علیہ کذافی المشکوۃ۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعاء نقل کرتے ہیں کہ اے اللہ جتنی برکتیں آپ نے مکہ مکرّمہ میں رکھی ہیں ان سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ میں عطاء فرما۔''

عیدالاضحیٰ وقربانی

اسلامی نقطہ نظر سے ماہ ذی الحجہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔قربانی اور عیدالاضحیٰ کے اہم فرائض اسی ماہ میں انجام دئے جاتے ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ

اس ماہ کے ابتدائی دس ایام کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ان ایام کے ایک دن کا روزہ ایک سال کے برابر اور ایک رات کی عبادت شبِ قدر کے برابر قرار دی گئی ہے۔عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ ایک سال ماضی اور ایک سال آئندہ گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔عید کی رات میں عبادت خصوصاً موجب ثواب وبرکت ہے۔

ایام تشریق

نویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کی صبح سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے تکبیر یہ ہے:

”اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ“

اگر امام تکبیر تشریق بھول جائے مقتدی پھر بھی تکبیر پڑھیں۔

عید کے مسنون اعمال

عید الاضحیٰ کے روز یہ چیزیں مسنون ہیں: صبح سویرے اٹھنا،غسل اور مسواک کرنا،پاک وصاف عمدہ کپڑے پہننا،خوشبو لگانا،عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا،عید گاہ کو جاتے ہوئے تکبیر تشریق بآواز بلند پڑھنا۔

****

نماز عید

نماز عید کی دو رکعت ہیں مثل دوسری نمازوں کے۔فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر رکعت کے اندر تین تین تکبیریں زائد ہیں۔پہلی رکعت میں **سبحانک اللھم الخ** کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تین تکبیریں۔ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے۔پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں،تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔نماز عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔

قربانی

عید کی نماز کے بعد قربانی کا عظیم عمل شروع ہوجاتا ہے۔جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ“ فرمایا ہے کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔نیز فرمایا کہ ”قربانی کے بدن پر جس قدر بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔اور ذبح کے وقت خون کا قطرہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں“۔یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”جو باوجود طاقت رکھنے کے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے“۔

نصاب قربانی

قربانی ہر بالغ عاقل مسلمان پر واجب ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال حاجت اصلیہ سے زیادہ ہو۔اس مال میں سونا چاندی، مال تجارت اور ضرورت سے زیادہ گھریلو سامان ومکان بھی شامل ہیں۔

****

قربانی میں مال پر سال کا گذرنا شرط نہیں۔

ایام قربانی

قربانی کے تین دن ہیں دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ۔ مگر قربانی کیلئے پہلا دن افضل ہے، پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔ رات کو بھی قربانی کرنا جائز ہے مگر بہتر اور پسندیدہ نہیں۔ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ البتہ اگر گاؤں اور دیہات والے (جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی) صبح صادق کے بعد قربانی کرنا چاہیں تو جائز ہے۔

قربانی کا جانور

بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ ایک آدمی کی طرف سے قربان کئے جاسکتے ہیں۔ ان کی عمر ایک سال ہونی چاہیے۔ البتہ اگر بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کا ہو اور اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے بھیڑوں اور دنبوں میں اگر چھوڑ دیا جائے تو کچھ فرق معلوم نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ گائے، بیل، بھینس کی عمر دو سال سے کم نہیں ہونی چاہے اور اونٹ کی عمر پانچ سال سے کم نہیں ہونی چاہئے گائے، بیل، بھینس، اور اونٹ میں سات آدمیوں کی طرف سے قربانی ہوسکتی ہے۔

قربانی کا جانور کیسا ہو

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اگر سینگ بیچ سے ٹوٹ گیا تو بھی قربانی جائز ہے لیکن اگر جڑ سے اکھڑ گیا تو جائز نہیں۔ اندھے اور کانے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کی دم یا کان تہائی سے زیادہ کٹا ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جو جانور اتنا کمزور ہو کہ ذبح خانے تک نہیں جاسکتا یا

****

ایک ٹانگ اتنی لنگڑی ہے کہ زمین پر نہیں رکھ سکتا۔ اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کے پیدائشی کان نہیں یا دانت اکثر یا بالکل نہیں اس کی بھی قربانی جائز نہیں۔ خصی کی قربانی جائز بلکہ بہتر ہے۔

قربانی اور اس کا گوشت

اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر ذبح کرنا نہیں جانتا ہے تو دوسرے سے ذبح کرائے۔ ذبح کرانے کے وقت خود وہاں کھڑا رہنا بہتر ہے۔ قربانی کو قبلہ رو لٹائیں اور یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ o اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ پھر **بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ**

کہہ کر ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلاَمَ

قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ مزدوری میں دینا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تین حصے کر کے ایک حصہ غرباء اور مساکین کو، ایک حصہ اعزہ و اقرباء کو اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔ لیکن خیال رہے کہ مرزائی اور قادیانی لوگوں کو قربانی کا گوشت نہ دیا جائے نہ ان سے لیا جائے۔ نیز اگر کوئی کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کرے وہ بھی جائز ہے۔

****

کھال ورسی

قربانی کی کھال کو اپنے کام میں لانا مثلاً جائے نماز بنانا جائز ہے۔لیکن صدقہ کرنا افضل ہے۔اس کی رسی کو بھی خیرات کیا جائے۔اگر اس کو فروخت کیا گیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔اور زکوٰۃ وفطرہ کی طرح اسکو غریبوں اور مسکینوں کو دیا جائے۔مدارس اسلامیہ کے مستحق طلبا اس کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں دو ثواب ہیں۔ایک غریبوں کو دینے کا،دوسرے اشاعت علم دین کا۔

ضروری گذارش

آتش بازی ، لاٹری ، جوا ، بے پردگی، فضول خرچی واسراف وغیرہ عام دنوں میں بھی ناجائز ہیں عید کے دن ان کاموں میں مشغول ہونا اور زیادہ برا ہے۔ان چیزوں سے خود بھی بچیں اور اپنی اولاد کو بھی بچائیں بلکہ زائد رقوم کو فقراء ومساکین پر خرچ کریں۔ ہمارے وطن کشمیر میں اس وقت غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور پریشان حالوں کی کمی نہیں ہے لہٰذا اپنے مال کو خرافات میں ضائع کرنے کے بجائے ان مستحقین پر خرچ کریں۔باطل فرقے عیسائی، مرزائی وغیرہ اس وقت ان غریبوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر مالی امداد دیکر ان کو مرتد بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور مسلمان اپنے روپے پیسے فضولیات میں خرچ کررہے ہیں۔اللہ کیلئے خیال کریں۔

****

اخبار دارالعلوم

شوال المکرّم ۱۴۴۶ھ مطابق 2025ء میں داخلوں کی کاروائی کا آغاز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے وقت پر ہوا۔قرآن پاک (حفظ وناظرہ) کے درجات کی تعلیم اعلان کے مطابق ۶ رشوال المکرّم کو شروع ہوئی جبکہ درجات عربیہ کی تعلیم ایک ہفتہ کی تاخیر سے شروع کرنی پڑی جس کی اہم وجہ رابطہ مدارس کے تحت منعقد ہونے والے امتحانات کے نتائج آنے میں تاخیر بنی۔چونکہ رابطہ کے امتحانات منعقدہ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ کچھ تاخیر سے شروع ہوئے تھے نیز ابتدائی درجات میں طلبہ کی تعداد اس سال پہلے کی بہ نسبت زیادہ تھی جس کے نتیجہ میں پرچوں کو جانچنے میں کافی وقت لگا۔ایسے ہی مزید ایک دو امور درپیش آئے تھے مگر الحمد للہ شوال کے پہلے ہفتہ میں تمام چیزیں مکمل ہوگئیں۔

اس بنا پر دارالعلوم رحیمیہ میں قدیم اور جدید تمام داخلے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور کام آسان ہوگیا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس سال گذشتہ سال کے مقابلہ میں تقریباً ایک سو طلبہ کا مزید داخلہ کیا گیا۔ناظرہ،حفظ،تجوید اور عربی درجات کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا،تجوید وقرأت میں قرأت سبعہ کے اسباق باضابطہ شروع ہوئے، دورۂ حدیث اور تکمیل فقہ کے علاوہ تکمیل ادب کا دوبارہ احیاء ہوا۔مطبخ (لنگر) میں بھی ایک سو سے زائد افراد کے طعام کا مزید انتظام کیا گیا جس کی وجہ سے دارالاقامہ (ہوسٹل) میں بھی کافی گنجائش پیدا کرنی پڑی۔اساتذہ کرام اور مزید شعبہ جات میں خدام اور ملازمین کا بھی اضافہ کیا گیا۔اس لئے ان اساتذہ اور ملازمین کے لئے بھی مزید دارالاقامہ (ہوسٹل) کی ضرورت بڑھی۔تاہم فی الحال موجودہ عمارت میں ہی ترتیب کو آگے پیچھے کرکے کام کو چالو کر دیا گیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نئی مزید عمارت کا انتظام فرمائیں گے۔یہ اس عالی ذات کے لئے کوئی مشکل نہیں۔

اس طرح سے پوری ہمت اور عزم کے ساتھ نئے سال کی شروعات کی گئیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی غیبی مدد شامل حال فرما کر تمام امور کو آسان فرمائے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال فرما کر اپنے عالی دربار میں قبول فرمائے آمین یارب العالمین۔

****

****

****